www.KitaboSunnat.com

قسط چہارم

ڈاکٹر عبدالعزیز القاری☆

مترجم: محمد عمران اسلم☆☆

ضابطہ ثبوتِ قراءات کا تفصیلی جائزہ

مدینہ منورہ یونیورسٹی کے کلّیۃ القرآن الکریم کے سابق پرنسپل ڈاکٹر عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ موصوف کا قراءات عشرہ کے ساتھ ساتھ اَصل ذوق فقہ و اُصول فقہ کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شمار مدینہ منورہ یونیورسٹی میں سرپرست ماہنامہ رشد مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ کے قریبی ترین ساتھیوں اور دوستوں میں ہوتا ہے۔ کلّیۃ الشریعہ کے چار سالہ تعلیمی سفر میں دونوں جلیل القدر اصحابِ علم کے بیٹھنے کی نشستیں مسلسل ساتھ ساتھ رہیں۔ مولف کا زیرنظر مضمون سہ ماہی مجلّہ کلّیۃ القرآن الکریم سے ماخوذ ہے۔ مقالہ کا تعلق حدیث سبعۃ أحرف اور اس کے متعلقات سے ہے، لیکن ہم نے اس کے موضوعات کے پیش نظر اسے چار حصوں میں تقسیم کردیا تھا، جس میں سے دو حصوں کا ترجمہ پچھلے شمارہ میں اور ایک حصہ کا ترجمہ اس شمارے کے گزشتہ صفحات میں پیش کیا جاچکا ہے۔ مضمون ہذا اسی مقالہ کے آخری حصے کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔ [اِدارہ]

صدرِ اوّل کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کسی بھی حرف پر اس وقت تک قرآن مجید کا حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ اس کا تواتر کے ساتھ منقول ہونا ثابت نہ ہوجائے۔ یعنی اس کو اتنی بڑی جماعت نے روایت کیا ہو جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مصاحف عثمانیہ میں صرف ایسی روایات کو جگہ دی جو مطلوبہ معیار پر پوری اترتی تھیں اور ان تمام روایات کو قابل اعتناء نہ سمجھا جو اَخبار آحاد تھیں، چاہے وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے ہی کیوں نہ مروی ہو، جیسا کہ آیت رجم کا معاملہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ کہنے کے باوجود کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حفظ کیا ہے، اسے مصحف میں جگہ نہیں دی گئی۔ [فتح الباري: ۱۲/۱۴۳]

مصاحفِ عثمانیہ میں صرف ان روایات کو نقل کیا گیا جن پر لوگ متفق تھے کہ عرضۂ اخیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام پر پڑھا اور اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھایا ہے، لیکن جب حضرت ابوبکر، عمر بن خطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کی غرض سے مختلف ممالک میں پھیل گئے تو اس کے ساتھ ایسے قرآنی حروف کا دائرہ بھی وسیع تر ہوتا چلا گیا جو عرضۂ اخیرہ سے پہلے مروّج تھے یا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حکم سے قرآن کا حصہ نہ بنایا تھا۔

◉ صدرِ اوّل کے قراء کرام نے صحابہ کرام کے حفظ و ذکاوت پر ہی اعتماد کیا اور اسی طرح قراءات سینہ بسینہ دیگر لوگوں تک منتقل ہوتی رہیں، لیکن جب یہ معاملہ عوام تک پہنچا اور ان کے پاس باقاعدہ کوئی ایسا معیار نہ ہونے کی وجہ

☆ سابق پرنسپل کلیہ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

☆☆ فاضل کلّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے، کہ جس پر وہ اپنی قراءات کو پرکھ لیں، شدید اختلاف کی صورت اختیار کر گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظ کرام سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مصحف کی روشنی میں مزید مصاحف تیار کروائے اور انہیں ایک معیار کے طور پر مقرر فرما دیا جن کی مدد سے ثابت اور منسوخ قرآن کے مابین تمیز کی جاتی تھی، لیکن کیونکہ مصاحف کو اَحرف سبعہ کی وجہ سے نقط و اعراب سے خالی رکھا گیا تھا اس لیے عوام بذات خود اِن کے پڑھنے پر قادر نہ تھے، اور کسی استاد سے قرآنی حروف کو بالمشافہ پڑھنے کے محتاج تھے۔ اسی غرض سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ میں سے آئمہ قراءات کو مختلف شہروں کی جانب روانہ کیا چنانچہ:

- عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا گیا، جو یہاں ۷۰ھ تک پڑھاتے رہے۔
- مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا گیا، جہاں وہ ۹۱ھ تک رہے۔
- جبکہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یہاں ۳۲ھ تک پڑھایا۔
- اور یہیں پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بھی پڑھایا۔
- حضرت عبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا گیا، جو یہاں ۷۴ھ تک پڑھاتے رہے۔
- جبکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ میں ۴۴ھ تک پڑھاتے رہے۔

◉ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو حمص، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دمشق اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فلسطین روانہ کیا تھا۔

صحابہ و تابعین میں سے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو قرآن کریم کی درس و تدریس میں مشغول رہے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو اِشاعت قرآن کے لیے وقف کر دیا۔ پہلی صدی کے نصف اوّل تک لوگ اسی حالت پر قائم رہے پھر اس کے بعد اِشاعت اسلام میں مزید اضافہ ہوا تو اس میں ہر جنس اور زبان سے متعلقہ لوگ داخل ہونے لگے۔ جس کے لازمی نتیجے کے طور پر قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے والوں کی تعداد میں بھی بیش بہا اضافہ ہوتا چلا گیا اور ایک ایک مجلس میں قرآن سیکھنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ دمشق میں حضرت ابو الدداء رضی اللہ عنہ کے حلقہ میں سولہ سو لوگ موجود تھے۔ [معرفة القراء للذهبي: ص۳۸]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ بڑی جانفشانی کے ساتھ عوام تک قرآنی حروف کو منتقل کرتے رہے، لیکن جیسے جیسے قرآن کریم سیکھنے والوں کی تعداد میں اِضافہ ہو رہا تھا ویسے ویسے اس خدشے میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا کہ کہیں ثابتہ و غیر ثابتہ، مشہور، مستفیض اور آحاد و شاذ قراءات کو آپس میں خلط نہ کر دیا جائے۔ لہٰذا فن قراءات کے ماہر اَفراد نے کچھ ایسے اُصول اور ضابطے مقرر کیے جن کی مدد سے قرآنی اور غیر قرآنی حروف کے مابین امتیاز کیا جا سکے۔ اس کے لیے تین قسم کے قواعد کا اِجراء کیا گیا:

① سند کا تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہونا۔
② روایت کا مصحف عثمانیہ کی رسم کے موافق ہونا۔
③ لغت عرب کی کسی بھی وجہ سے موافقت۔

◉ اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ کیا صرف مصحف عثمانیہ سے ہی مطابقت کافی نہ تھی، کیونکہ وہ ان تینوں شرائط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حامل تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ میں بہت سی جگہوں پر مختلف وجوہ کا احتمال پایا جاتا ہے جن کی تحدید صرف روایت کے ساتھ ہوسکتی ہے اور صرف کتابت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ کلمہ 'ملك يوم الدين' دس وجوہ کو گھیرے ہوئے ہے اور اہل بدعت نے اس دروازے سے قرآن کریم میں ایسے حروف کا اضافہ کیا جو ان کی خواہشات کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوسکتا تھا۔ اگر معاملہ ضبط روایت کے بغیر ویسے ہی چھوڑ دیا جاتا تو اس سے قرآن کریم میں بہت سے خلط اور اضطراب کا امکان تھا۔ جیسا کہ بعض قراء کا خیال ہے کہ مصاحف عثمانیہ میں جتنی وجوہ کا بھی احتمال ہے اگر وہ لغت عرب کے موافق ہوں تو ان کا پڑھنا جائز ہے اگرچہ وہ روایتاً ثابت نہ بھی ہوں۔ جیسا کہ حافظ محمد بن الحسن المشهور ابن مقسم رحمہ اللہ کا خیال ہے۔ قراء کرام نے اس قول کی شدت کے ساتھ نفی کی ہے اور بھرپور دلائل کے ساتھ اس کا محاکمہ کیا ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ نے ان تین شروط کو تین اشعار میں بیان کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

فكل ما وافق وجه نحو وكان للرسم احتمالا يحوى
وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان
وحيثما يختل ركن أثبت شذوذه لو أنه فى السبعة

''ہر وہ قراءت جو نحوی وجہ کے موافق ہو، رسم کے (حقیقی یا) احتمالی طور پر موافق ہو جس کی سند صحیح ہو وہ قرآن ہے، یہی تین ارکان قراءات ہیں۔ جس جگہ کسی بھی رکن میں خلل آ گیا تو وہ قراءات شاذہ قرار پائے گی، اگرچہ قراءات سبعہ میں سے ہی کیوں نہ ہو۔''

◉ اب ہم ترتیب وار ان تینوں شروط کی تفصیل پیش کرتے ہیں:

تواتر اِسناد

تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم صرف اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے سکھلا دیا اور اس سے تجاوز کی کسی شخص کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھرپور طریق سے اس قاعدے کو ملحوظ رکھا۔

◉ لہٰذا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''القراءة سنة متبعة يأخذها الآخر عن الأول''

''قراءۃ ایسی سنت ہے جس کی اتباع کی گئی ہے اور اسے بعد میں آنے والوں نے پہلوں سے اخذ کیا ہے۔''

◉ اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''اقرأوا كما علّمتم وإياكم والتنطع''

''جس طرح تم کو سکھایا گیا ہے، اسی طرح پڑھو اور غلو سے بچو۔''

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین نے کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں پڑھا جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچتی ہو اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن مقسم رحمہ اللہ کے علاوہ نہ ہی کسی نے ان میں استحسان یا قیاس کو داخل کیا ہے اور انہوں نے بھی اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا۔ ویسے بھی ایک منفرد شخص کی رائے اجماع کو ختم نہیں کر سکتی۔

ایک راوی کے لیے قرآنی حروف کو روایت کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ راوی نے اس حرف کو اپنے شیخ سے سنا ہو اور بعض کا خیال ہے کہ اس نے اپنے شیخ کے سامنے پڑھا ہو اور شیخ نے سماعت کی ہو، کیونکہ ہر سننے والا اس بات پر قادر نہیں ہوتا کہ جس طرح اس نے سنا ہو، ہو بہو اسی طرح بیان کر دے۔ جنہوں نے روایت اور تلقی دونوں کو واجب قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ قراءات کا فن ایک ایسا فن ہے جو نطق کی مختلف کیفیتوں کے ساتھ متعلق ہے۔ اور تطبیق عملی اور سماع کے بغیر اس پر کامل عبور حاصل نہیں کیا جا سکتا اور صرف کتابوں پر انحصار کافی نہیں ہے۔

پھر قرآنی حروف کا نقل ایک یا دو روایتوں میں کفایت نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے جمہور قراء کے ہر طبقے میں نقل کیا گیا ہو اور یہ اس وقت تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اتنی بڑی جماعت سے نقل نہ کیا گیا ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو۔ علماء روایت کے ہاں تواتر کا معروف معنی یہی ہے۔

اگر کوئی شخص قراءت نقل کرنے میں منفرد ہو اگرچہ وہ جھوٹ نہ بھی بول رہا ہو اور اس کی عدالت اور ثقاہت میں بھی کسی قسم کا شک نہ ہو تو بھی اس کا انفراد اور شذوذ اس کی قراءۃ کو قبول کرنے سے مانع ہے۔ چاہے وہ قراءۃ لغت عرب اور مصحف رسم کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ یاد رہے کہ یہ اِصطلاح نئی مقرر نہیں ہوئی، بلکہ اس پر صدر اوّل کے علماء اُمت اصحاب رسول اللہ ﷺ کا اتفاق ہے اور موجودہ دور کے محققین اور متقنین بھی اس پر متفق ہیں۔ تواتر کے معنی اور اس کی حقیقت کی وضاحت عنقریب ہم تواتر قراءات عشرہ کے ذیل میں کریں گے۔

مصحف عثمانی کے رسم کی موافقت

◉ مصحف عثمانی کی کتابت کے بعد اس شرط پر صدر اوّل کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس صحف قرآن کی صورت میں جو کچھ بھی لکھا ہوا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی تدوین کے بعد باقیوں کو پانی کے ساتھ غسل دیا اور اس کے بعد جلا دیا۔ پس پوری اُمت مصحف عثمانی کے پڑھنے اور پڑھانے پر جمع ہو گئی۔

◉ تمام لوگوں کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو کچھ مصحف عثمانی میں درج ہے وہ بغیر کسی نقص وزیادت کے قرآن ہے اور جو کچھ اس میں درج نہیں کیا گیا وہ یا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ آپ نے اسے عرضۂ اخیرہ میں ترک کر دیا تھا یا پھر وہ حقیقتاً نازل ہی نہیں ہوا تھا بلکہ تفسیر اور شرح کے طور پر لکھا گیا تھا۔

◉ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حرف میں متعدد وجوہ کا احتمال ہونے کی صورت میں انہیں مصحف میں ایک ہی جگہ جمع کر دیا، لیکن چونکہ تمام وجوہ لکھنے کی صورت میں لوگوں کے توہم کے شکار ہونے کا قوی اندیشہ تھا لہٰذا جن حروف میں متعدد وجوہ کا احتمال تھا ان کی کتابت میں ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ تمام وجوہ کو آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکے۔

نوٹ: اس مسئلہ میں مصنف موصوف کی رائے کمزور ہے۔ وہ رسم عثمانی کے اجتہادی ہونے کے قائل نظر آرہے ہیں حالانکہ اس کے توقیفی ہونے پر اجماع ہے۔ تفصیل کے لیے زیر نظر شمارہ میں جناب حافظ سمیع اللہ فراز حفظہ اللہ کا مضمون بعنوان 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' کو دیکھا جا سکتا ہے۔ (مدیر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس لیے تمام حروف کو نقطوں سے پاک رکھا گیا۔ یاد رہے کہ جس جگہ ممکن ہو سکا ایسا طریقہ اختیار کیا گیا، کیونکہ تمام جگہوں پر ایسا ممکن نہیں تھا۔☆

مثلاً انہوں نے 'ملك' کو میم کے بعد بدون الف کے لکھا۔ اسی طرح 'غیبت' 'رسالت' اور 'جملت' کو بھی بغیر الف کے ہی لکھا گیا، لیکن ان کی کتابت میں ایسی صورت اختیار کی گئی کہ ان کو الف اور بغیر الف دونوں طرح پڑھا جا سکے، کیونکہ اہل عرب نطق کے وقت الف کی موجودگی کا اندازہ کر لیتے ہیں، اگرچہ کتابت میں موجود نہ بھی ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اختیار کردہ طریقہ کتابت میں ذکر کردہ کلمات کو منزل وجوہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا تھا۔ جیسے 'مَلِكِ' اور 'مَالِكِ'، 'غَیَابَتْ' اور 'غَیَابَات'، 'رِسَالَت' اور 'رِسَالَات'، 'جِمٰلَت' اور 'جِمَالَات' ان سب کو مفرد اور جمع دونوں طرح پڑھنا ممکن تھا۔ اور یہ تمام کی تمام قراءات نازل کردہ ہیں۔

اور اسی طرح 'الصراط' 'صراط' اور 'مصیطر' ان سب کو 'صاد' کے ساتھ لکھا گیا۔ ان میں دو وجوہ کا احتمال موجود ہے: 'صاد' کے ساتھ پڑھیں یا 'سین' کے ساتھ۔ اور لغت عرب میں 'صاد' کی جگہ پر 'سین' کے نطق کا احتمال موجود ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ پر 'سین' لکھا ہوا تو اس کی جگہ پر 'صاد' نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ اہل عرب کے ہاں اس کا عکس معروف نہیں ہے۔

◉ پھر خط کے نقطوں اور شکل سے خالی ہونے کی وجہ سے بہت سے کلمات میں نازل کردہ متعدد وجوہ کو پڑھنے میں مدد ملی۔ جیسا کہ کلمہ 'یرجعون' کو بہت سی جگہوں میں 'تا' اور 'یا' کے ساتھ پڑھنا ممکن ہے۔ اور 'فیقتلون ویقتلون' میں پہلے فعل کو مجہول اور دوسرے کو معلوم یا اس کے برعکس پڑھا جا سکتا ہے۔

◉ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرتے ہوئے ان کے بعد آنے والے تمام علماء متفق ہیں کہ قرآن کی قراءت کا انحصار مصحف عثمانی پر ہے۔ جو قراءت مصحف عثمانی میں درج ہوگی صرف اسی کو پڑھا جائے گا اور جو قراءت مصحف عثمانی کی کسی بھی وجہ سے موافقت نہ رکھتی ہوگی اس کو بطور قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے چاہے اس کا صحیح سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سے ثبوت بھی ہو۔ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے کہ تمام احرف منسوخہ کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرضۂ اخیرہ میں ان کو نہیں پڑھا تھا۔

◉ اس میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے سوائے امام محمد بن شنبوذ رحمہ اللہ کے۔ جو کہ چوتھی صدی ہجری کے بہت بڑے امام اور حافظ ہیں، وہ اس اجماع سے الگ ہوگئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ تمام حروف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ثابت ہیں ان کی تلاوت کی جائے گی اگرچہ وہ رسم عثمانی کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن علماء وفقہاء بغداد نے ان کا ایسا علمی محاکمہ کیا ہے کہ جو اپنی نوع میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

لغت عرب کی کسی وجہ کی موافقت

اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر وہ قراءت جو متواتر سند کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے خط کے بھی موافق ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ لغت عرب میں بھی اس کی کوئی وجہ بنتی ہو، اگرچہ وہ زیادہ معروف نہ بھی ہو۔ مزید برآں آئمہ لغت کی رائے پر ایک ثابت قراءت کا رد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ علماء لغت اور آئمہ نحو کلام عرب کے قواعد اور اصطلاحات کو بنیاد بناتے ہیں جس کا زیادہ تر انحصار کلام عرب کے شعر اور نثر پر ہے۔ اس لیے ہم لغت عرب کی کسی بھی

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے موافقت کی صورت میں قراءت کو قبول کرلیں گے تاکہ عظیم مصدر، قرآن مجید میں ہر قسم کی لغزش سے محفوظ رہا جاسکے۔

◉ لیکن بعض آئمۂ لغت، جنہوں نے لغوی قواعد وضوابط کو تحریر کیا ہے ان پر یہ بات گراں گزری ہے کہ وہ ایسے حروف کو مانیں جو ان کے ذکر کردہ قواعد وضوابط سے مطابقت نہیں رکھتے اور اس وجہ سے انہوں نے ثابت شدہ مروی حروف کو باطل قرار دے دیا ہے اور جمہور قراء کرام کے ضبط پر پر طعن کرتے ہوئے ان کی روایات پر اتہام کے مرتکب ہوئے ہیں۔آئمہ لغت پر تعجب ہے کہ انہوں نے جمہور قراء کی ایسی قراءات میں غلطی کا امکان ظاہر کیا ہے جو قطعی اور یقینی ہیں اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں، جبکہ انہوں نے اپنی ظنی اور فرضی رائے کو غلط قرار نہیں دیا جو ان کے لغوی بخار کی علامت ہے۔

✵ انہوں نے اس قراءۃ حمزہ رحمہ اللہ کا انکار کیا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامِ﴾

اس آیت میں اسم ظاہر کا عطف اسم مضمر پر ہو رہا ہے جبکہ اہل لغت کے ہاں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

✵ اہل لغت نے ابوجعفر رحمہ اللہ کی اس قراءۃ کا بھی انکار کیا ہے:

﴿لِيُجْزَىٰ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

وہ ''لیجزی'' کے فعل مجہول ہونے پر ''قوما'' کو نصب دینا درست نہیں سمجھتے۔

✵ اسی طرح انہوں نے ابن عامر رحمہ اللہ کی اس قراءۃ کا بھی انکار کیا ہے:

﴿زُيِّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ﴾

اس آیت میں چونکہ مضاف اور مضاف الیہ کے مابین فاصلہ ہے جو نحویوں کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

✵ جبکہ بعض نے ﴿إِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ میں 'إن' کی تشدید اور 'هذان' پر الف کا انکار کیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ یہ کاتب حضرات کی غلطی ہے۔

◉ بیان کردہ تمام قراءات، متواتر اسناد کے ساتھ منقول ہیں جن کی صحت اور ضبط میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔لیکن چونکہ ان کی وجہ سے نحویوں کے قواعد پر زد پڑتی ہے اس لیے انہوں نے انہیں ماننے سے انکار کر دیا ہے۔لیکن اگر آپ ان قراءات کی وجوہ تلاش کریں گے، تو آپ دیکھیں گے کہ کلام عرب میں سے بہت سے شواہد اور قوی دلائل ان قراءات کی تائید کررہے ہوں گے۔

▣ تحقیق کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ تیسری شرط اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے حقیقی حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ اس کو دو سبب کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے:

① اس کا وقوع ممکن نہیں ہے، کیونکہ ایسی کسی قراءۃ کا وجود نہیں ہے جو متواتر ہو، رسم عثمانی کے موافق اور لغت عرب میں اس کی کوئی وجہ نہ ہو۔

② اور اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ ایک ایسی ثابت متواتر قراءت جو کہ رسم عثمانی کے موافق ہے لیکن لغت عرب میں ہمیں اس کی کوئی دلیل نہ مل رہی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پوری لغت عرب میں اس کا کوئی وجود نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے، کیونکہ ہمارا علم محدود اور ناقص ہے۔ یہ بات قطعی ہے کہ قراءت جو تواتر کے ساتھ منقول ہو اور مصحف عثمانی کے موافق ہو وہ نازل کردہ قرآن ہے یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جو وجود لغت کا پتہ دے رہی ہے، جس کے ثبوت میں کوئی بحث نہیں ہے۔

▣ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تیسری شرط، پہلی دو شرطوں کا لازمی نتیجہ ہے بذات خود ایک شرط نہیں ہے۔

قراءات عشرہ متواترہ

علماء قراءت نے ذکر کردہ ارکان ثلاثہ کو قراءت کے لیے لازم قرار دیا ہے پس ہر وہ قراءۃ جو ان تینوں ارکان سے متصف ہوگی وہ قرآن کا حصہ ہوگی اور نماز اور غیر نماز میں اس کی تلاوت کی جائے گی اور جو روایت ان ارکان سے خالی ہوگی اسے قبول نہیں کیا جائیگا، نہ اس کی تلاوت ہی کی جائیگی اور نہ ہی اس پر قرآن کریم کا حکم لگایا جائے گا۔

بعض علمائے قراءۃ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ قراءۃ کی نسبت اس کے نقل اور روایت کرنے والے کی طرف کی جائے یعنی یہ کہا جائے کہ: قراءۃ اعمش رحمہ اللہ یا قراءۃ ابی عبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ، تا کہ کسی کو یہ وہم لاحق نہ ہو جائے کہ یہ صرف اسی کے ساتھ خاص ہے اور کسی اور سے مروی نہیں ہے۔ یا کسی کو یہ شک نہ ہو جائے کہ اس کا اجتہاد اور رائے اس میں داخل ہے۔

◉ **صدر اول کے لوگوں نے عدد رواۃ کی تحدید اور تخصیص کی جانب دو وجوہ سے رخ نہیں کیا:**

① ہمتوں کا بہت زیادہ ہونا ② قرآن کے نزول کا زمانہ قریب ہونا۔

صدر اول کے لوگوں نے تحدید رواۃ کی طرف اس لیے توجہ نہیں دی، کیونکہ وہ شوقِ دین سے مالا مال تھے اور اپنی تمام ہمتیں اس کام پر صرف کرنے پر آمادہ تھے، لیکن پھر جب ہمتیں جواب دے گئیں اور نزول قرآن کا قریبی زمانہ جاتا رہا۔ روایت کا دائرہ وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ اسناد منتشر ہو گئیں تو لوگوں نے اس کام کو ضبط کرنے کا ارادہ کیا تا کہ یہ لوگوں پر مختلط نہ ہو۔ پس اسی تناظر میں محققین عظام نے حروف مرویہ، روایات، طرق اور اسانید کی تلاش کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ پس اسی تتبع اور استقراء کے باوصف آئمہ کرام کے اختیارات وجود میں آئے۔

◉ **ان آئمہ کو بقیہ رواۃ سے کیونکر امتیاز حاصل ہوا**

کیونکہ یہ حفظ، ضبط اور اتقان میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ انہی خصوصیات کی بناء پر ان کی روایات کو لوگوں میں تلقی بالقبول حاصل ہوا اور ہر شہر میں ان کے ضبط اور امامت پر لوگوں نے اجماع کیا۔ محققین عظام نے ان آئمہ کے اختیارات میں اختلاف کیا ہے۔ البتہ تمام لوگ ان پانچ شہروں (مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام) میں موجود آئمہ قراء کی امامت پر متفق ہیں جن میں مصاحف عثمانیہ بھیجے گئے۔

◉ **مکہ مکرمہ کے قراء کرام**

عبداللہ بن کثیر، محمد بن عبدالرحمن بن محیصن اور حمید الدین بن قیس الأعرج رحمہم اللہ

◉ **مدینہ منورہ کے قراء کرام**

ابو جعفر یزید بن قعقاع، شیبہ بن نصاح اور نافع بن ابی نعیم رحمہم اللہ

◉ **کوفہ کے قراء کرام**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یحییٰ بن وثاب، عاصم بن ابی النجود، أعمش، حمزہ بن حبیب الزیات، علی بن حمزہ الکسائی رحمہم اللہ

بصرہ کے قراء کرام

عبداللہ بن ابی اسحاق، ابوعمرو بن العلاء، عاصم الجحدری اور یعقوب الحضرمی رحمہم اللہ

شام کے قراء کرام

عبداللہ بن عامر یحصبی، عطیہ بن قیس کلابی، یحییٰ بن حارث الذماری رحمہم اللہ

لوگ ان تمام شیوخ سے علم قراءات حاصل کرتے رہے اور ان کی روایات کو تلقی بالقبول حاصل رہا۔اس کے بعد بغداد میں قراءات کے شیخ ابوبکر بن مجاہد تمیمی بغدادی رحمہ اللہ نے ''سبعة'' کے نام سے کتاب تصنیف کی اور اس میں درج ذیل قراء کا اقتصار کیا:

نافع، عبداللہ بن کثیر، عبداللہ بن عامر، عاصم بن ابی النجود، ابوعمرو بن العلاء رحمہم اللہ، امصار خمسہ میں سے پانچ یہ اور پھر اہل کوفہ میں سے مزید درج ذیل دو آئمہ کا تذکرہ کیا:

1. حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ
2. علی الکسائی رحمہ اللہ

ابوبکر بن مجاہد تمیمی رحمہ اللہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی کتاب میں سات قراء کی قراءات کو ذکر کیا۔ان کا سات قراء کو ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سات مصاحف عثمانیہ کی موافقت کی جائے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی سات مصاحف کی ترسیل فرمائی تھی۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مصنف کا اپنی کتاب میں سات قراء کو لانا احرف سبعہ کی تفسیر کی طرف اشارہ کرنا ہے، لیکن یہ صرف اور صرف غلط فہمی ہے۔کثیر تعداد میں لوگوں نے قراء کرام میں سے صرف ان لوگوں کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے جن کو عوام میں بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور جن کو امت کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہوا۔قراءات قرآنیہ کا سات یا دس، حتی کہ سو میں بھی اقتصار ممکن نہیں ہے اور اگر ہم ان کے رواۃ کو نقل کرنا چاہیں تو وہ ہر زمانہ میں ہزاروں کی تعداد کو پہنچ جائیں گے۔

ابن مجاہد رحمہ اللہ ایک زمانہ تک اس مخمصے کا شکار رہے ہیں کہ اپنی کتاب میں یعقوب رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ میں سے کس کو مقدم کریں۔پھر انہوں نے کسائی رحمہ اللہ کو مقدم کیا اس لیے نہیں کہ وہ یعقوب رحمہ اللہ سے زیادہ اضبط ہیں بلکہ اس لیے کہ ان کی قراءت عالی سند کے ساتھ ہے۔[المرشد الوجیز:ص۱۶۱]

اسی طرح امام حمزہ رحمہ اللہ کا، ان کے شیخ کے بجائے اختیار بھی ایک بین مثال ہے۔حالانکہ آپ کے زمانہ میں ابوجعفر، شیبہ، ابن محیصن، أعرج، أعمش، حسن بصری، أبو الرجاء، عطاء، مسلم بن جندب، یعقوب حضرمی، اور عاصم جحدری رحمہم اللہ جیسے بلند پایہ قراء کرام موجود تھے۔

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ایک کتاب 'جامع' کے نام سے تصنیف فرمائی جس میں انہوں نے آئمہ کی قراءات کو ان کی اَسانید کے ساتھ جمع کیا۔انہی قراء کا تذکرہ ابن مجاہد، ابوعبید قاسم بن سلام اور اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہم اللہ نے بھی کیا ہے۔ابن مجاہد رحمہ اللہ سے قبل ابن جبیر مقری رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں آٹھ قراء کی قراءت کو جمع کیا۔جن میں سے سات تو ابن مجاہد رحمہ اللہ کے ذکر کردہ ہیں اور ان میں ایک یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ کا اضافہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔

◉ علاوہ ازیں ابوبکر الداجونی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی جس میں وہ گیارہ اماموں کی قراءات لائے ہیں جس میں ابوجعفر رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔اس کے علاوہ ابو القاسم ہذلی رحمہ اللہ نے 'کامل' کے نام سے کتاب تصنیف کی، جس میں آئمہ عشرہ کی قراءات کا اہتمام کیا گیا ہے، اوران کے ساتھ مزید چالیس قراء کرام کی قراءات کا اضافہ بھی شامل ہے۔

- سابقہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء قراءات نے 'سبعة' کی اِصطلاح بیان نہیں کی بلکہ انہوں نے ہر وہ روایت بیان کی ہے، جس میں ذکر کردہ ارکان ثلاثہ پائے جاتے ہوں چاہے وہ سات سے بیان کی گئی ہو یا سات ہزار سے، لیکن ابن مجاہد رحمہ اللہ کے بعد لوگوں کی طرف سے آئمہ سبعہ کی صفات حسنہ پر اجماع اور ان کی قراءات کو تلقی بالقبول حاصل ہونے کے وجہ سے قراءات سبعہ پر اکتفاء شروع کردیا گیا۔
- ان میں سے بعض نے قراءات سبعہ پر ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی رحمہ اللہ اور یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ کا اضافہ کیا ہے اور اکثر تصنیفات میں خلف رحمہ اللہ کا تذکرہ نہیں کیا گیا، کیونکہ ان کی قراءت کوفیین سے خارج نہیں ہے۔
- اس کے بعد ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے قراءات سبعہ پر 'تیسیر' اور 'جامع البیان' نامی کتب تصنیف کیں جس کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے 'حرز الأمانی' میں منظوم انداز میں پیش کیا۔علاوہ ازیں اور بہت سی کتب بھی منظر عام پر آئیں جن میں دیگر آئمہ قراء کو ذکر کیا گیا تھا جیسا کہ سبط الخیاط نے 'مبهج' نام کی کتاب تصنیف کی اور اس میں یعقوب، ابن محیصن، أعمش اور خلف رحمہم اللہ کو لائے۔

قراءات عشرہ کا اَحرف سبعہ کے ساتھ تعلق

◉ امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إن المصاحف العثمانية لم تكن محتوية على جميع الأحرف السبعة التى أبيحت بها قراء ة القرآن كما قال جماعة من أهل الكلام وغيرهما بناء منهم على أنه لا يجوز على الأمة أن تهمل نقل شيء من الأحرف السبعة''

''مصاحف عثمانیہ جمیع احرف سبعہ پر مشتمل نہیں ہیں جیسا کہ اہل کلام کی ایک جماعت اور دیگر اس پر بناء رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ امت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جو احرف سبعہ کے طور پر نقل کی گئی ہو۔''

◉ مزید کہتے ہیں:

''یہ ہم نے اس لیے کہا ہے کہ مصاحف عثمانیہ جمیع اَحرف سبعہ پر مشتمل ہیں اور جو قراءات مصاحف عثمانیہ کے رسم سے مطابقت نہ رکھتی ہوگی وہ یقیناً احرف سبعہ میں سے نہیں ہے۔لیکن بہت سی ایسی قراءات بھی موجود ہیں جو رسم عثمانی کے مخالف ہیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنداً صحیح ثابت ہیں۔''

ابومجاہد رحمہ اللہ (صاحب کتاب) کا خیال ہے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ بعض اَحرف سبعہ کی تلاوت عرضۂ اخیرہ میں منسوخ کردی گئی تھی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ان کی تلاوت فرمائی اور نہ ہی انہیں قرآن کا حصہ شمار کیا اور یہی وجہ ہے کہ انہیں مصاحف عثمانیہ میں بھی جگہ نہیں دی گئی، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ہی تحقیق کے بعد مصاحف عثمانیہ میں شامل کیا ہے جو عرضۂ اخیرہ میں ثابت تھا۔اور بہت سی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی روایات آج بھی موجود ہیں جنہیں مصاحف میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔

- صحیحین میں ابوالدرداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى﴾ پڑھا۔
- صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

''كان مما أنزل الله آيت الرجم فقرأناها وعقلناها ووعيناها'' [صحيح البخاري، كتاب الحدود]

''جب آیت رجم نازل ہوئی تو ہم نے اسے پڑھا، سیکھا اور یاد بھی کیا۔''

- مؤطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ

اگر مجھے لوگوں کے یہ کہنے کا ڈر نہ ہوتا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اضافہ کر دیا ہے تو میں ضرور یہ لکھواتا:

''الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموها البتة''

ان حروف کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ یہ حروف منزل شدہ ہیں، لیکن عرضۂ اخیرہ میں خدا تعالیٰ کے حکم سے ان کو منسوخ کر دیا گیا۔

▣ اس سے ثابت ہوا کہ مصاحفِ عثمانیہ میں عرضۂ اَخیرہ میں ثابت شدہ قرآنی احرف کو لکھا گیا تھا اور ثابت شدہ کسی چیز کو بھی ترک نہیں کیا گیا۔ محققین عظام کا اس پر اتفاق ہے کہ آئمہ عشرہ نے جو کچھ بھی روایت کیا ہے وہ انہی حروف میں سے ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جو کچھ ان حروف سے ہٹ کر ہے بیان کیا گیا ہے وہ شاذ، منکر، ضعیف یا موضوع ہے۔

◉ جزری رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

''وقول من قال إن القراء ات المتواترة لا حد لها، إن أراد فى زماننا فغير صحيح، لأنه لا يوجد اليوم قراء ة متواترة وراء العشر، وإن أراد فى الصدر الأول فيحتمل إن شاء الله تعالىٰ''

''بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ قراءات متواترہ کی کوئی حد نہیں ہے (فرماتے ہیں) کہ اگر ان کا اس سے ارادہ یہ ہے کہ صدرِ اوّل میں ایسا تھا تو یہ بات صحیح ہے لیکن موجودہ زمانہ میں قراءات عشرہ کے علاوہ کوئی متواتر قراءت نہیں ہے۔''

قراءاتِ عشرہ کی اَسانید کا تواتر

◉ **قراءاتِ قرآنیہ کو نقل کرنے کا قاعدہ یہ ہے:**

"إنها ترويها أمة عن أمة فى كل مصر وفى كل عصر"

''یہ کہ قراءات ہر زمانہ اور ہر شہر میں ایک جماعت سے دوسری نے روایت کی ہوں۔''

یعنی کسی ایک، دو یا دس رواۃ کے نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا، بلکہ وہ اَحرف منقولہ جمیع افراد کو معلوم ہوں اور ان کے ہاں مشہور ہوں۔

▣ یہ ایسی اصطلاح ہے جس پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد میں آنے والے تمام لوگوں کا اجماع منعقد ہوا ہے۔

عامۃ القراء سے مراد

وہ قراءات قراء میں اس قدر معروف ہوں کہ کوئی فرد ایک لفظ بھی ایسا روایت کرے جو غیر مانوس ہو تو اس شہر کے دیگر جمیع قراء اس حرف کا انکار کر دیں تو اس کی قراءت نہیں کی جائے گی اور اسے آحاد اور شاذ شمار کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں ان پانچ شہروں کو معیار بنایا جائے گا جن کی طرف مصاحف عثمانیہ بھیجے گئے تھے۔

◉ مکی بن طالب رحمہ اللہ کے نزدیک عامة القراء کی قراءت سے مراد ایسی قراءت ہے جس پر اہل مدینہ وکوفہ نے اتفاق کیا ہو۔

◉ جبکہ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہل حرمین کی قراءۃ ہے۔[الإبانة عن معانی القراءات:ص۴۹،۵۰]

لہٰذا ایک قراءات کے لیے راوی کا سند ذکر کردینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اولاً اس کا عامۃ القراء کی قراءت سے موافقت اور اُمت میں تلقی بالقبول حاصل ہونا ضروری ہے۔

تواترت قراءة الأئمة العشرة کا مطلب

بلا شبہ آئمہ عشرہ نے جو قراءات روایت کی ہیں ان میں پورے طور پر تواتر کا التزام کیا ہے، پھر ان کی قراءات کی صحت پر عامۃ القراء نے شہادت دی اور لوگوں نے ان کی امامت اور قبول روایت پر اتفاق کیا ہے اور ان کی قراءات کو بذریعہ تلقی برضا ورغبت قبول کیا ہے۔

◉ مدینہ منورہ میں بہت سے آئمہ کرام ایسے موجود تھے جنہوں نے امام نافع رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ سے مختلف حروف بیان کیے، لیکن ان دونوں اماموں کی قراءت پر لوگوں نے اجماع کرلیا۔ یادرہے کہ امام نافع رحمہ اللہ امام ابوجعفر رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، لیکن امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت کی زیادہ شہرت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امام ابوجعفر رحمہ اللہ سے تلقی کے ساتھ ساتھ دیگر قراء سے بھی قراءات اَخذ کیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر آئمہ کرام بھی موجود تھے، جن میں محمد بن عبدالرحمن بن محیصن رحمہ اللہ اور حمید بن قیس الأعرج رحمہ اللہ جیسے آئمہ بھی شامل ہیں، لیکن امت کی طرف سے جس قدر تلقی بالقبول عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ کو حاصل ہوا اس تک یہ دونوں حضرات نہیں پہنچ پائے۔

اسی طرح دیگر ائمہ کی حالت ہے، یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اجماع امت جمیع قراءات عشرہ پر منعقد ہوا ہے جن میں سات ابن مجاہد والے اور تین ابوجعفر رحمہ اللہ ، یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ اور خلف بن ہشام رحمہ اللہ ہیں۔

◉ قراءسبعہ کی قراءت پر اِجماع تو بالکل واضح ہے، کیونکہ ان کے روایت کردہ حروف کو ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں سند قبولیت عطاء کی گئی اور انہیں ضبط اور اِتقان سے متصف کیا گیا۔ البتہ بقیہ تین قراء کی قراءات پر اِجماع کا دعوی کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے، لیکن دو وجوہ سے اس اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

1. اُمت کا ہر طبقہ میں تینوں آئمہ کی قراءت پر اجماع رہا ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ نے سولہ طبقات کا تذکرہ کیا ہے جن میں آئمہ کرام کی کثیر تعداد شامل ہے اور یہ بات علم یقین کے ثبوت اور شک زوال کے لیے کافی ہے۔

◉ علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابوجعفر مدنی رحمہ اللہ کو نماز میں امام مقرر فرمایا اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ [معرفة القراء:۱/۵۹]

◉ اور ابن مجاہد رحمہ اللہ ایک عرصے تک اس مخمصے میں رہے کہ یعقوب اور کسائی رحمہما اللہ میں سے کسے ساتویں امام کا درجہ دیں۔[المنجد:۸۲]

◉ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض قراء کا خیال ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’لو لم یسبقنی ابن مجاهد إلی الکسائی فجعلت یعقوب مکانه‘‘

’’اگر ابن مجاہد رحمہ اللہ ، کسائی رحمہ اللہ کو ذکر کرنے میں سبقت نہ لے جاتے تو ہم اس کی جگہ یعقوب رحمہ اللہ کو ذکر کرتے۔‘‘

❷ دوسرا یہ کہ ان تینوں آئمہ کی قراءت قراء سبعہ کی قراءت سے خارج نہیں ہے۔ ابوجعفر رحمہ اللہ ، نافع رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور نافع رحمہ اللہ نے زیادہ تر حروف انہی سے بیان کیے ہیں اور بقیہ حروف میں آئمہ سبعہ میں سے دیگر کی موافقت کی ہے اور یعقوب رحمہ اللہ نے سلام الطّویل رحمہ اللہ پر پڑھا ہے اور سلام الطّویل رحمہ اللہ نے ابوعمرو رحمہ اللہ اور عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ پر پڑھا ہے۔ لہٰذا ابوجعفر رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ کی قراءت قراء سبعہ کی قراءات سے خارج نہیں ہے۔ اور جو خلف رحمہ اللہ ہیں ان کی قراءت قراء سبعہ میں سے کوفیین کی قراءت سے خارج نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے عمومی طور پر حمزہ رحمہ اللہ سے اَخذ کردہ اختلافات کو اپنے اختیارات میں شامل کیا ہے۔

ہم نے اس ادنیٰ سی کوشش میں ثبوتِ قراءات اور قراءات کا آئمہ عشرہ سے کیا تعلق ہے، کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ رب العزت اسے درجہ قبولیت سے نوازے۔ آمین

اِدارہ طلوع اسلام کی تلبیس

معروف منکر قراءات و منکر حدیث مسٹر غلام احمد پرویز کے جاری کردہ رسالہ ماہنامہ طلوع اسلام، لاہور نے اپنی اشاعت بابت ماہ ستمبر ۰۹ء میں ماہنامہ رشد قراءات نمبر کے بارے میں قارئین کے سامنے اپنے جوابی تاثرات کیلئے اپنی پرانی روایت کے مطابق یوں تدلیس سے کام لیا ہے کہ طلوع اسلام کے شمارہ مارچ ۲۰۰۸ء میں شائع شدہ مضمون ’اختلاف قراءات کا افسانہ‘ کو ہی دوبارہ جوابی مضمون کے طور پر شائع کر دیا ہے، حالانکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عین اسی مضمون پر ہم نے دو دفعہ یعنی رشد قراءات نمبر حصہ اول میں اور اس سے قبل ماہنامہ رشد کی اشاعت بابت ماہ ستمبر، نومبر کی دو قسطوں میں تفصیلی تجزیہ شائع کیا تھا۔ ضرورت تو اس امر کی تھی کہ انہیں اگر اپنے قارئین کے سامنے کوئی گذارشات پیش کرنا تھیں تو مجلّہ میں شائع شدہ اسی مضمون پر متعلقہ مضمون نگار یا کسی اور سے جواب لکھواتے، لیکن ایسا کرنے کی بجائے اُسی مضمون کو بغیر تبدیلی کے دوبارہ شائع کرنا چہ معنی دارد؟ ادارہ طلوع اسلام کو اس سلسلہ میں اگر اپنے قارئین کے سامنے کوئی وضاحت پیش کرنا ہے، تو اسے علم و تحقیق اور انصاف کے تقاضوں کو بہر حال پورا کرنا چاہیے۔ [ادارہ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ